احمد صغیر صدیقی

ایک نظر

کچھ شخصیتیں ہفت رنگ ہوتی ہیں۔ انہیں انگریزی میں versatile کہا جاتا ہے۔ یعنی ہمہ صفت۔

ادب کے حوالے سے ابن صفی کی شخصیت بھی ایسی ہی تھی۔ وہ ایک ایسی شخصیت تھے جو کبھی کبھی جنم لیتی ہے۔ ان کے پاس قوس قزح کا قلم تھا اور ہوا کا دماغ۔

میرا ان سے پہلا تعارف ۱۹۵۳ء میں ہوا یا اس کے آس پاس۔ میں اس وقت سولہ سترہ سال کا تھا اور یہ تعارف بالمشافہ نہ تھا بلکہ ان کی پہلی کتاب "دلیر مجرم" کی وساطت سے ہوا تھا۔ "نکہت" الٰہ باد سے نکلتا تھا اور اس کے مدیر عباس حسینی تھے۔ ان کے حلقہ احباب میں بڑی بڑی نادر الوجود ہستیاں تھیں۔ جنہوں نے بعد میں قلم کے میدان میں بڑا نام کمایا۔ مثلاً "مجاور حسین جو بعد میں ابن سعید کے قلمی نام کے ساتھ محفل ادب میں وارد ہوئے اور "رومانی دنیا" نامی سیریز کتابوں میں انہوں نے بہت سے خوب صورت ناول لکھے پھر شکیل جمالی تھے۔ انہوں نے بھی رومانی دنیا میں بہت سے ناول لکھے اور بہت شہرت حاصل کی۔ راہی معصوم رضا تھے۔ شاعری سے ناول نگاری کی طرف راغب ہوئے اور پھر فلموں اور ٹی وی میں چلے گئے اور ہندوستان میں بڑی شہرت حاصل کی۔ اسی گروپ میں ابن صفی تھے۔ اسرار ناروی کے نام سے شعر لکھتے تھے۔ طغرل فرغان کے نام سے طنز و مزاح اور پھر عباس حسینی نے "جاسوسی دنیا" کے نام سے ایک کتابی رسالہ نکالا جس میں ہر ماہ ایک جاسوسی ناول ہوتا تھا۔ اسے ابن صفی لکھتے تھے جو اسرار ناروی کا ایک اور قلمی نام تھا۔

"جاسوسی دنیا" ایک کتابی رسالہ نہ تھا۔ یہ تو ایک طوفان تھا جس نے دیکھتے ہی دیکھتے پورے ہندوستان کے ادبی حلقوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ اس دور میں رکیک اور سطحی قسم کی کتابوں کی بڑی مارکیٹ تھی اور ابن صفی اس تحریک کے خلاف جہاد کے لیے آئے تھے۔ جاسوسی دنیا کے اجرا نے ان کتابوں کو خس و خاشاک کی طرح اڑا کر رکھ دیا۔ جاسوسی دنیا کے چند ہی ناول بازار میں آئے تھے کہ ابن صفی کا نام ایک "طلسم" کی طرح اذہان پر چھا گیا۔ ان دنوں پڑھنے پڑھانے کا رواج عام نہ تھا لیکن ابن صفی کے ناولوں نے ایسی دھوم مچائی کہ معمولی پڑھے لکھے لوگ بھی ان کے ناول خریدنے لگے۔

پھر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ ہندوستان کے ایک کونے سے لے کر دوسرے کونے تک آپ کہیں بھی جاتے کسی بھی لائبریری، کسی بھی بک اسٹال سے آپ کو جاسوسی دنیا کے ناول مل سکتے تھے۔

یہ کوئی معمولی بات نہ تھی۔ جس ملک میں بڑے بڑے مصنف کی کتاب چار پانچ سو کی تعداد سے زیادہ نہ چھپتی تھی وہاں ابن صفی کی کتابوں کی اشاعت سیکڑوں سے نکل کر ہزاروں میں پہنچ چکی تھی۔

آپ کو سن کر حیرت ہو گی کہ ابن صفی شاید برصغیر کے وہ واحد مصنف تھے جنہوں نے عمر بھر کسی کی کوئی نوکری نہیں کی اور صرف اپنی کتابوں کے ذریعے نہ صرف اپنی روزی کمائی بلکہ اسی سے اپنے بچوں کو پڑھایا لکھایا اور زندگی کی دوسری آسائشیں حاصل کیں۔ یہ ایک کارنامہ ہی تھا کہ آج بھی تعلیمی لحاظ سے ایک پسماندہ ملک میں قلم کی وساطت سے روزی کا حصول آسان نہیں ہے جبکہ ابن صفی تو اس دور کی پیداوار تھے جب کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ صرف قلم کے ذریعے روزی کمائی جا سکتی ہے۔

ابن صفی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ پہلے مصنف ہیں جنہوں نے عام لوگوں کو کتابیں پڑھنے کا شعور عطا کیا۔ میں اس ضمن میں یہاں ماہنامہ شاعر بمبئی کی اشاعت جنوری ۱۹۹۴ء سے ایک خط کا اقتباس پیش کرنا چاہوں گا۔ مکتوب نگار کے الفاظ ہیں۔

"اردو ادب کی یہ بھی ایک بیماری ہے کہ یہاں جو شخص زینہ بہ زینہ چھت پر پہنچ جاتا ہے وہ اوپر ہی اوپر دیکھتا ہے۔ نہ نیچے دیکھتا ہے نہ دائیں بائیں۔ اپنے پیش روؤں کو مسخرے، ہم عصروں کو بونے اور نئے لکھنے والوں کو کیڑے مکوڑے سمجھنا اس کی عادت اور اس کا محبوب مشغلہ بن جاتا ہے۔ اب یہی دیکھیے ..... ابھی پچھلے دنوں انتظار حسین (پاکستانی افسانہ نگار) میسور

آئے تھے۔ وہاں ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا۔
"کون ابن صفی؟"

جبکہ ابن صفی نے ایک پوری نسل کو پڑھنا سکھایا۔ انتظار حسین یہ بھول جاتے ہیں کہ انہیں اور ان کے ہم عصروں کو جو قاری ملے ان میں سے تین چوتھائی کی ذہنی تربیت ابن صفی نے کی تھی اور کیا عجب کہ اس دور کے کچھ لکھنے والوں نے ابن صفی کو پڑھ کر ہی لکھنا سیکھا ہو۔ جہاں تک compact زبان کا سوال ہے (میں تخلیقی زبان نہیں کہہ رہا ہوں۔ کمپلکٹ زبان کہہ رہا ہوں اور وہ بھی Noun کے صیغے میں نہیں بلکہ Adjective کے صیغے میں) ابن صفی کی زبان انتظار حسین کی زبان سے بہتر ہے۔"

ابن صفی نے تین سو سے زیادہ جاسوسی ناول لکھے۔ درجنوں کہانیاں فنٹاسی کی لکھیں۔ طنز و مزاح پر مبنی ان کی تحریروں کا بھی ایک مجموعہ ہے۔ انہوں نے شعر بھی کہے۔ فلم کے لیے بھی لکھا۔ ان کا فن بہرحال ان کے جاسوسی ناولوں میں کھل کر ظاہر ہوا۔ کردار نگاری کو انہوں نے بام ثریا تک پہنچایا۔ ان کے تراشے ہوئے کردار کرنل فریدی، کیپٹن حمید، عمران، انور، رشیدہ، قاسم، مجرم کردار سنگ ہی، فنچ وغیرہ آج بھی لوگوں کے اذہان میں زندہ انسانوں کے طرح بسے ہوئے ہیں۔ بڑی جزرسی سے انہوں نے انہیں ڈیولپ کیا تھا۔ حتیٰ کہ ان کی گفتگو کا انداز تک ان کی نگاہ میں آرہا تھا۔ آپ ڈائیلاگ پڑھ کر سمجھ سکتے ہیں کہ یہ کون بول رہا ہے۔ عمران کے لب و لہجے کی ایک مثال۔

"گوہن کا کیا قصہ ہے؟" سنگ ہی نے پوچھا۔

"میں نے یہ قصہ کہیں نہیں پڑھا مسٹر سنگ۔ کسی مصنف نے لکھا ہے؟"

ایک اور جگہ سے اقتباس :۔

"یار تمہاری کھوپڑی الٹ گئی ہے کیا؟"

"نہیں۔" عمران نے کہا۔ "اسی پچھتر ڈگری کے زاویے پر ہے۔"

ایک اور نمونہ :۔

"میں محتاط رہنا چاہتا ہوں۔" فیاض نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ آپ یہیں کھڑے ہوئے محتاط ہوتے رہیے، ہم تو چلے۔" عمران نے کہا۔

اب ذرا فریدی اور حمید کی گفتگو بھی سنیں۔

"شاباش میرے شیر۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "تمہیں راہ پر لانے کے لیے ہمیشہ ایک عورت کی ضرورت رہتی ہے۔"

"جی ہاں۔ میری پیدائش کے سلسلے میں بھی ایک عورت کی ضرورت پیش آئی تھی۔" حمید جل کر بولا۔

"ارے تم تو فلسفہ بولنے لگے۔" فریدی نے کہا۔

"قدردانی کا شکریہ۔" حمید نے کہا۔

ان کے مزاح کی سطح نہ صرف بلند تھی بلکہ بے حد عام فہم بھی تھی۔ آج تک ویسا مزاح کوئی اور نہیں لکھ سکا۔

اس میں کہیں پھکڑ پن نہ تھا۔ بڑے سجے ہوئے جملے لکھتے تھے۔ نمونہ دیکھیں۔

"تم کرو گے شادی؟" سر سلطان نے مسکرا کر پوچھا۔

"ارے اب کیا کروں گا شادی؟ والد صاحب بوڑھے ہونے کو آئے۔ نظر بھی کمزور ہو گئی ہے۔ لہٰذا میرا سہرا اتنی صفائی سے نہیں دیکھ سکیں گے اور میں اسے اپنی توہین سمجھتا ہوں کہ کوئی عینک لگا کر میرا سہرا دیکھے۔" عمران نے کہا۔

☆

"پتا نہیں تم کیا کر رہے ہو۔ اس طرح تاریکی میں نہ رکھا کرو۔"

"تاریکی بڑی اچھی چیز ہے سوپر فیاض۔ مثلاً یہ کہ تم اندھیرے میں کسی کی آنکھ مارو تو وہ قطعاً "برا نہیں مانے گا۔"

"تم پر ہر وقت لعنت بھیجنے کو دل چاہتا ہے۔" فیاض چڑ گیا۔

"بذریعہ ڈاک بھیجا کرو۔"

☆

سردار داراب شطرنج کے مہرے سمیٹ کر دراز میں رکھ رہا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ بڑبڑاتا جا رہا تھا۔ "شطرنج کھیلنے کے لیے مغز چاہیے۔ ہر کس و ناکس کے بس کا روگ نہیں۔ تم کب سے شطرنج کھیل رہے ہو؟"

"ڈھائی سال کی عمر سے۔" عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

"نہیں۔ میں نے تو سنا ہے کہ تم بساط بغل میں دبائے ہوئے پیدا ہوئے تھے۔" سردار داراب نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"سنی سنائی باتوں پر یقین کرنا قطعی حماقت ہے۔" عمران نے سنجیدگی برقرار رکھتے ہوئے کہا۔

☆

"عورت کو اللہ پاک نے مرد سے برتر بنایا ہے۔ اس کا کھلا ثبوت یہ ہے کہ اسے مردوں کے مقابلے میں بہتیری سہولتیں نصیب ہیں۔ مثلاً" اسے روزانہ صبح اٹھ کر مردوں کی طرح شیو نہیں کرنی پڑتی۔ سبحان اللہ۔ اس نے عورتوں کو فارغ البالی عطا کر دی ہے۔ جناب تیسرا سائنٹفک ثبوت یہ ہے کہ مرد ایک اور ایک دو نہیں ہو سکتا جبکہ عورت ایک اور ایک تین ہو جاتی ہے۔ چار ہو جاتی ہے۔ پانچ ہو جاتی ہے اور علی ہذا القیاس روس میں تو ایک درجن اور ڈیڑھ درجن ہو جانے والی عورتوں کو انعام ملتے ہیں۔"

آہنی دروازہ

"برتر وہی ہے جو بے وقوف ہے۔ جتنا بے وقوف اتنا برتر۔ پہلے مرد عورت پر حکومت کرتا تھا طاقت سے۔ اب بے وقوف یعنی برتر بنا کر کرتا ہے۔ برتر بنا کر حکومت کرنے میں اسے دہرا

فائدہ ہے۔ یعنی عورت پر دہری ذمے داری عائد ہو جاتی ہے۔ وہ اسے برتر بنا کر گھر کی چار دیواری سے نکال لاتا ہے۔ انہیں اپنے دوش بدوش کام کرنے کا موقع دیتا ہے۔ مرد عورت کے دوش بدوش بچوں کو دودھ نہیں پلاتا۔ باورچی خانے میں جھک نہیں مارتا۔ گھر کی صفائی نہیں کرتا۔ بچوں کے کپڑے نہیں دھوتا۔ اس وقت وہ پلنگ پر لیٹ کر چین کی بانسری بجاتا ہے۔ یا دوستوں کو سمیٹ کر تاش کھیلنے لگتا ہے۔ سبحان اللہ۔ عورت اسی لیے مرد سے برتر ہے کہ اس نے دہری ذمے داری سمیٹ رکھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مردوں کے مقابلے میں عورتیں نہ تو گنجی ہوتی ہیں اور نہ توندیں رکھتی ہیں۔ سبحان اللہ۔ ماشاءاللہ۔"

(آہنی دروازہ)

ان کے ناولوں کے پلاٹ بے حد تحیر خیز ہیں اور ان کے اندر کی فضا پر ایک طلسمی اثر طاری ملتا ہے۔

ان کی زبان دھلی ہوئی۔ رومانی ہے اور بوجھل پن سے پاک ہے۔ ایک شاعران کے اندر چھپا ہوا تھا اور وہ آسانی سے ایسے جملے لکھواتا تھا جو دل و دماغ کو اس طرح چھوتے ہیں جیسے ہوا ہمیں چھوتی ہے۔

جاسوسی ناولوں میں عموماً" فلسفے کا گزر نہیں ہوتا۔ لیکن ابن صفی نے اپنے کرداروں کی زبان سے لاتعداد جملے ایسے کہلوائے ہیں جو بے حد عالمانہ اور بصیرت افروز کہے جا سکتے ہیں۔ ایک مصنف کا فرض یہی نہیں ہوتا کہ عوام کو نری تفریح ہی فراہم کرے اس کا فرض یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ عوام کے مزاج کی تشکیل کرے۔ انہیں ایجوکیٹ بھی کرے۔ ہم کسی جاسوسی ناول نگار سے ایسی توقع نہیں رکھ سکتے لیکن ابن صفی نے یہاں بھی اپنی انفرادیت برقرار رکھی ہے۔ حیات و کائنات کے بارے میں ان کے خیالات، ان کے اہم کرداروں کی زبان سے ادا ہوتے دیکھے جا سکتے ہیں۔

وہ حیات و کائنات کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں۔ آیئے ذرا اس کی بھی کچھ جھلکیاں دیکھیں۔

اپنے ایک کردار انور کی صفات بیان کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں۔ "وہ بہت زیادہ دور اندیشی کا قائل نہ تھا۔ اس کا خیال تھا کہ دنیا کے بڑے سے بڑے حادثے کا مقابلہ صرف حاضر دماغی سے کیا جا سکتا ہے۔ منطقی دلائل اور دور اندیشی قطعی فضول چیزیں ہیں۔ دور اندیشی غلط راستے پر بھی لے جا سکتی ہے کیونکہ دور اندیشی کا تعلق مستقبل سے ہے اور مستقبل اندھیرے میں گم ہے۔ منطقی دلائل میں تقسیم کی بنیادی غلطی کے امکانات بھی ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا جب بنیاد ہی غلط ہو گی تو اس کے لیے دلائل اور جواز کے لیے سر مارنا دیوانگی کے سوا کچھ نہیں۔

وہ اکثر کہا کرتا تھا کہ وہ شخص جو حاضر دماغ نہ ہو اسے زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں۔ اس کے خیال کے مطابق زندگی ایک عظیم الشان مقابلہ تھی۔ جس میں انسان آگے بڑھ سکتا ہے اور دوڑنے والوں کے پیروں تلے روندا بھی جا سکتا ہے۔"

تجوری کا گیت

ایک جگہ اور انور ہی کی زبانی لکھتے ہیں۔

"پیٹو اور چٹورے میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ پیٹو ہر چیز پیٹ بھر کے کھانے کی کوشش کرتا ہے لیکن چٹورا دنیا کی ساری چیزیں ذرا ذرا سی چاٹ کر چھوڑ دیتا ہے۔"

"میں اثر کی بات کر رہا تھا احساس کی نہیں۔ یہ دونوں نوعیت کے اعتبار سے بالکل الگ ہیں۔ کسی جذبے کا ہم پر جو اثر ہوتا ہے وہ داخلی نہیں بلکہ صدہا سال کے خارجی تجربات کا نتیجہ ہوتا ہے۔"

(تجوری کا گیت)

"لولے، لنگڑے، اپاہج آدمی کے لیے لوگ افسوس کرتے ہیں لیکن حرامی سے کسی کو ہمدردی نہیں ہوتی۔ حالانکہ وہ بھی ہمدردی کے قابل ہوتا ہے۔"

(آہنی دروازہ)

"لات مارو اس دنیا کو جہاں لوگ ایک دوسرے کو سمجھ نہیں سکتے۔"

"ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ہم دنیا کو دیکھیں۔ کیا اتنا ہی کافی نہیں کہ دنیا ہمیں دیکھ رہی ہے۔"

(پاگلوں کی انجمن)

"تمہارا ظاہر کچھ بھی ہو دل مسلمان ہونا چاہیے۔ کچھ نیکیاں سچے دل سے اپنا کر دیکھو۔ آہستہ آہستہ تم خود ہی کسی جبر و کراہ کے بغیر اپنا ظاہر بھی اللہ کے احکامات کے تحت بنا لو گے۔"

(پیش رس پاگلوں کی انجمن)

"آج کی دنیا دو حصوں میں تقسیم ہو کر رہ گئی ہے ایک وہ جس میں عقائد پرستی رائج ہے اور دوسری وہ جو ہر بات کے منطقی جواز کے تلاش میں ہے۔"

(پاگلوں کی انجمن)

☆

ادارہ نئے افق ہر سال ابن صفی پر نئے افق کا ایک نمبر نکالتا ہے۔ کیا اچھا ہو کہ یہ ادارہ ابن صفی ایوارڈ کا اعلان کرے۔ ہر سال نئے افق میں اول دوم سوم منتخب ہونے والی کہانیوں پر کچھ ایوارڈ مصنفین کو دے۔ اس طرح ابن صفی جیسے بڑے مصنف کے ساتھ انصاف کیا جا سکتا ہے۔